مروجہ محفلِ میلاد منعقد کرنے کا شرعی حکم!

ادارہ

سوال

ہمارے گاؤں میں دوتین سالوں سے جشنِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پروگرام منعقد کیا جاتا ہے، اور گاؤں کے علماء کرام عوام الناس کے ساتھ پیش پیش رہتے ہیں اور یہ پروگرام اب تک مسجد میں ہورہے ہیں، علماء کرام کی تقریریں بھی ہوتی ہیں، تو کیا یہ شرعی حیثیت سے درست ہے؟

دوسری بات میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر اسی طرح ہر سال ہوتا رہے گا تو یہ طول پکڑ کے رسم بن جائے گا، ابھی سے ہی اس سے احتیاط کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور دوسری بات میں اس کو منع کرنا چاہتا ہوں، تو منع کیا جائے یا نہیں؟ مکمل تشفی بخش جواب دیں۔

جواب

❶: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا ذکر کرنا اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعریف وتوصیف کرنا انتہائی خیر وبرکت کا باعث ہے، مگر اس کام کے لیے باقاعدہ میلاد النبیؐ کے نام سے خاص دنوں میں محافل کے انعقاد کو لازم یا ضروری سمجھنا اور ان محافل میں شرکت نہ کرنے والوں کو برا سمجھنا درست نہیں ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بیان کرنے کے لیے تاریخوں اور مہینوں کی بھی کوئی تعیین نہیں ہے، بلکہ سال کے تمام مہینوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بیان کرنا یکساں موجبِ ثواب ہے۔

صورتِ مسئولہ میں سائل کے گاؤں میں اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے ذکر کی کوئی بھی محفل کسی مہینے کی تخصیص کے بغیر سال کے بارہ مہینوں میں کبھی بھی منعقد کرلی جاتی ہو، یا خاص ربیع الاول کے ماہ

میں منعقد کرتے ہوئے اس کو لازم نہیں سمجھا جاتا ہو، اور نہ ہی اس میں شریک نہ ہونے والوں پر نکیر کی جاتی ہو اور اس میں مروجہ بدعات، مثلاً ذکرِ ولادت کے وقت اس مجلس میں شریک لوگوں کا کھڑے ہونا، تقریروں میں من گھڑت اور موضوع فضائل و روایات بیان کرنا، ان محافل کے انعقاد میں مال کا اِسراف کرنا، چراغاں کرنا، تفاخر اور ریا کاری کا مقصود ہونا وغیرہ بھی نہ پائی جاتی ہوں، تو ایسی محافل کے انعقاد میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تاہم نبی کریم ﷺ کی پیدائش کی مناسبت سے خاص ربیع الاول کے مہینہ میں ایسی محافل کے انعقاد کو اگر لازم سمجھا جائے اور اس میں شریک نہ ہونے والوں پر نکیر کی جائے، یا ان محافل میں اگر مندرجہ بالا خرابیاں پائی جائیں تو ایسی مجالس کا انعقاد جائز نہیں ہے۔

❷: مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق سیرت کی محافل کا انعقاد اگر لازم سمجھتے ہوئے نہ کیا جاتا ہو تو وہ بدعت نہیں ہیں، بلکہ جائز ہے، البتہ جائز کام پر اتنی مداومت کرنا کہ جس سے لوگوں کو اس کے فرض یا واجب ہونے کا گمان ہونے لگے، مکروہِ تحریمی ہے، اسی لیے بہتر یہ ہے کہ ایسی محافل کا انعقاد ہر سال نہ کیا جائے، اگر کرنا ہی ہو تو ایک، دو سال کے وقفہ سے کیا جائے، تاکہ لوگوں کو اس کے لازم ہونے کا شبہ نہ ہو، اور نہ ہی یہ آگے چل کر رسم کی صورت اختیار کرے۔

ایسی محافل کے انعقاد کرنے والوں کو زور زبردستی کے بجائے پیار و محبت سے سمجھا کر دین کے صحیح رُخ پر عمل کرنے کی ترغیب دینا زیادہ فائدہ مند ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

’’اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ‘‘

(سورۃ النحل، الآیۃ: ۱۲۵)

ترجمہ: ’’آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعے سے بلائیے اور (اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجیے (کہ اس میں شدت و خشونت نہ ہو)۔‘‘

’’مرقاۃ المفاتیح‘‘ میں ہے:

’’عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد ... (من أحدث)، أي: جدد وابتدع أو أظهر واخترع في أمرنا هٰذا)، أي: في دين الإسلام ... قال القاضي: المعنى من أحدث في الإسلام رأيا لم يكن لهٗ من الكتاب والسنة سند

ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه.''

(ج:۱، ص:۲۲۱، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ط:دار الفکر، بیروت)

''اصلاح الرسوم'' میں ہے:

''پہلی صورت: وہ محفل جس میں قیودِ مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہو نہ قید مباح نہ قید مکروہ، سب قیود سے مطلق ہو، مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہو گئے، کسی نے ان کو اہتمام کر کے نہیں بلایا یا کسی اور مباح ضرورت سے بلائے گئے تھے، اس مجمع میں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پرنور سرور عالم فخر بنی آدم (ﷺ) کے حالاتِ ولادتِ شریفہ و دیگر اخلاق و شمائل و معجزات و فضائلِ مبارک صحیح صحیح روایات سے بیان کر دیا گیا، اور اثنائے بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف و بیان احکام کی دیکھی جائے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا یا اصل میں اجتماع' استماعِ وعظ و احکام کے لیے ہو اس کے ضمن میں ان وقائعِ شریفہ و فضائل کا بیان بھی آ گیا، یہ وہ صورت ہے کہ بلانکیر جائز بلکہ مستحب وسنت ہے، رسولِ مقبول ﷺ نے اپنے حالات و کمالات اسی طریق سے بیان فرمائے ہیں، اور آگے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو روایت کیا، جس کا سلسلہ محدثین میں آج تک بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہے اور تا بقائے دین رہے گا۔

دوسری صورت: وہ محفل جس میں قیودِ غیر مشروعہ موجود ہوں، جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح و معصیت ہیں، مثلاً: روایاتِ موضوعہ خلافِ واقعہ بیان کی جائیں یا خوش رو خوش الحان لڑکے اس میں غزل خوانی کریں یا رشوت یا سود وغیرہ کا حرام مال اس میں خرچ کیا جائے یا حدِ ضرورت سے زیادہ اس میں روشنی فرش و آرائش مکان وغیرہ کا تکلف کیا جائے، یا لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جائے کہ اس قدر اہتمام نماز و جماعت و وعظ کے لیے بھی نہ ہوتا ہو یا نثر و نظم میں حضرت حق تعالیٰ شانہ یا حضرات انبیاء علیہم السلام کی توہین و گستاخی صراحۃً یا اشارۃً کی جائے یا اس مجمع میں جانے سے نماز یا جماعت فوت ہو جائے یا وقت تنگ ہو جائے یا اس کا قوی احتمال ہو، یا بانی مجلس کی نیت شہرت و تفاخر کی ہو، یا رسولِ مقبول کو وہاں حاضر و ناظر جانا جائے یا کوئی اور امر اس قسم کا خلافِ شرع اس میں پایا جائے، یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام و جہلاء میں شائع و ذائع ہے اور شرعاً بالکل ناجائز و گناہ ہے۔'' (ص:۱۳۰، باب سوم، فصل اول، ط: مکتبۂ رحمانیہ)

''کفایت المفتی'' میں ہے:

''آنحضرت ﷺ کے حالاتِ طیبہ اور فضائل و کمالات آپ کی رسالت و تبلیغ کی خدمات کا بیان

ہر وقت جائز بلکہ مستحسن ہے، لیکن صرف ولادتِ شریفہ کے لیے اسی نام سے مجلسِ میلاد منعقد کرنا سلفِ صالحین میں نہیں پایا گیا، یہ مجالس کوئی ساتویں صدی ہجری سے شروع ہوگئی ہیں اور ان کے بارے میں علماء کا اسی وقت سے اختلاف چلا آتا ہے، کوئی اس کو جائز اور مستحسن قرار دیتا تھا اور کوئی بدعت، قولِ راجح یہ ہے کہ حضور ﷺ کے حالاتِ طیبہ بیان کرنے کے لیے بطور مجلس وعظ کے اجتماع ہو، اس میں حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات بیان کیے جائیں، صحیح روایات بیان کی جائیں، اسراف اور دیگر بدعات سے مجلس خالی ہو تو جائز ہے۔''

(ج:۱،ص:۱۵۱، کتاب العقائد، فصل عید میلاد، ط: دار الاشاعت)

فقط واللہ اعلم

فتویٰ نمبر: 144503100433 دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

رخصتی کا سنت طریقہ!

سوال

نکاح کے بعد رخصتی کا سنت طریقہ کیا ہے؟ کیا دولہا گھر والوں کے ساتھ لڑکی لینے جا سکتا ہے؟

جواب

لڑکی کی رخصتی کے لیے باقاعدہ طور پر بارات لے جانا، جناب نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے اپنی (ایک) شادی میں دلہن کو لانے کے لیے ایک آدمی بھیجا ہے، خود دلہن کے گھر نہیں گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رخصتی کے بارے میں یہ بھی معمول تھا کہ لڑکی کا باپ یا ولی لڑکی کو تیار کرکے خود یا کسی اور معتمد کے ہم راہ دولہا کے گھر پہنچا دیتا، جیسا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے متعلق روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے بارے میں بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آپ کی والدہ آپ کو حضور ﷺ کے ہاں پہنچا کر آئیں۔ نہ آپ ﷺ خود تشریف لے گئے تھے، نہ آپ نے کسی کو بھیجا تھا۔ (صحیح البخاری (۵۷۷/۲) میں ہے:

''عن عائشة رضي الله عنها: '' تزوجني النبي ﷺ فأتتني أمي فأدخلتني الدار،